روایتِ حدیث میں تحقیق کی اہمیت

ڈاکٹر محمد طیب ☆

Abstract:

"Islam is the last revealed code of life for the guidance of mankind. Its basic teachings are in Quran and Sunnah of the Holy Prophet(ﷺ). The Holy Quran states most of the fudamentals of Islam. But the comprehensive practical shape of Islam exists in the form of seerah and role model (اُسوۂ حسنہ)of the last Holy Prophet Muhammad (ﷺ). For the purpose of protection of life history and Hadith of the Holy Prophet (PBUH), special efforts were made by the Muslims scholars.The Muslim Scholars wrote the Hadith and Seerah from authentic sources. Their incomparable research for Hadith and Seerah is an ideal service in the history of the world. In the following article, the importance of research for Hadith and Seerah is stated by the argumentation based on Quran, Hadith, seerah and practices by prominent Islamic scholars."

اصولِ حدیث کا تعلق حدیث کی تدوین وتحفیظ اور تحقیق وتنقید سے ہے اور حدیث کی اہمیت و حجیت اصولِ حدیث کی ضرورت وافادیت پر دلالت کرتی ہے۔ بالفاظِ دیگر حدیث میں تحقیق کی اہمیت کا صحیح اندازہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کے شرعی مقام ومرتبے کی تعیین ہوگی، لہٰذا اولاً حدیث و سیرت کی حجیت وتشریعی حیثیت مختصر طور پر بیان کی جاتی ہے۔

حدیث کی تشریعی حیثیت

حدیث دین اسلام کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے، قرآن مجید کے بعد حدیثِ رسول ﷺ کا درجہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج آف کامرس، فیصل آباد

مسلم ہے۔ نبی کریم ﷺ کے احکام وسنن کی اطاعت ہم سب پر فرض ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ناممکن ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ"(۱)

ترجمہ: (اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی سے ممکن ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی نہیں کرتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی"(۲)

ترجمہ: (جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی)

اللہ کی اطاعت کے لیے اطاعت رسول لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال انسانوں کی طرح نہیں ہیں۔ جو لوگ اس قسم کی فکر کے قائل ہیں، وہ دراصل قرآن مجید کے احکام کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث رسول کو بھی اپنی وحی کا درجہ عطا کیا۔ اس حقیقت کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"وما ینطق عن الھویٰ o إن ھو الاّ وحی یوحیٰ"(۳)

ترجمہ: (اور رسول اللہ (ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے)

حدیثِ رسول قرآن مجید کی مصدقہ تشریح وتوضیح ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون"(۴)

ترجمہ: (اور یہ یاد (ذکر) اور کتاب ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے، آپ (ﷺ) اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غوروفکر کریں)

قرآن مجید کی تشریح وتوضیح کے علاوہ حدیثِ رسول ﷺ میں حلال وحرام کے بیشتر احکام بھی موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے اس مقام ومنصب کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"یأ مر ھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم"(۵)

ترجمہ: (وہ (محمد ﷺ) ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں، اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں، اور ان

لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے، ان کو دور کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور محبت کے حصول کے لیے بھی اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرط ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعو نی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم، واللّٰہ غفور الرحیم''(۶)

ترجمہ: (کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے)

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''هذه الآية الكريمة حاكمة على كل من إدعى محبة الله وليس هو على الطريقة المحمدية فإنه كاذب فى نفس الأمر حتى يتبع الشرع النبوى فى جميع أقواله و أ فعاله''(۷)

ترجمہ: (یہ آیت اس امر میں فیصلہ کن ہے کہ ہر وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویدار ہو اور محمدی طریق کار کا پیرو نہ ہو وہ اس دعوے میں جھوٹا شمار ہوگا تاوقتیکہ وہ شرع کو تمام اقوال وافعال میں اختیار نہ کرے)

مذکورہ بالا دلائل سے قطعی طور پر حدیث وسیرت کی حجیت واہمیت ثابت ہوتی ہے، نیز حدیث سے استفادہ کیے بغیر تفہیم قرآن ناممکن ہے، اسلام کے بیشتر احکام ومسائل کا ماخذ حدیثِ نبوی ہے۔

بنابریں حفاظت حدیث دوسرے لفظوں میں صیانت اسلام ہے، یہی وجہ ہے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ اور صلحاوعلماء امت نے حفاظت واشاعتِ حدیث کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں اور حدیث کو افترا اور اختلاط سے محفوظ رکھنے کے لیے فقید المثال کاوشیں کیں۔

حفاظت حدیث کی اہمیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وسنن چونکہ ماخذ دین ہیں، اس لیے ان کی حفاظت واشاعت دینی فریضہ ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کذب بیانی کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من تعمد علی کذبا فلیتبوا مقعده من النار''(۸)

ترجمہ: (جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)

اس حدیث مبارکہ میں الفاظ احادیث کی روایت کے متعلق حزم واحتیاط کی تاکید کی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی حکم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تقلیل روایت کے قائل تھے۔ اسی نقطہ نظر سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کثرت روایت کے قائل نہ تھے۔(۹)

محدثین کی تحقیقی کاوشوں کے متعلق پیش گوئی

احادیث کی جمع وتدوین میں محدثین نے جو تحقیق وتنقید سے اعلیٰ معیار قائم کیا، اس کا ذکر ایک حدیث میں بطور پیش گوئی کے موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

''ثم یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتأویل الجاھلین''(۱۰)

ترجمہ: (پھر اس علم کو پہلے لوگوں سے عادل لوگ حاصل کریں گے جو کہ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی خرابی اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے)

تحقیق کے بغیر قبول روایات کی ممانعت

نبی کریم ﷺ کی احادیث ماخذ دین ہیں۔ احکامِ اسلام کا غالب حصہ احادیث سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ بنابریں احادیث کی حفاظت وصیانت کے لیے صحابہؓ، تابعین اور علماءِ امت نے بے مثال کارنامے انجام دیے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی روایات کو تحقیق کے بغیر قبول کرنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ماسمع''(۱۱)

ترجمہ: (انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ جو سنے اسے بغیر تحقیق کے آگے بیان کردے)

امام نووی اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ففیھا الزجر عن التحدیث بکل ما سمع الانسان،فانہ یسمع فی العادۃ الصدق والکذب، فاذا حدث بکل ما سمع فقد کذب لاخبارہ بما لم یکن''(۱۲)

ترجمہ: (اس حدیث میں ہر سنی سنائی بات کے بیان کرنے کی ممانعت ہے۔ انسان عموماً سچ اور جھوٹ سنتا ہے، جب وہ ہر سنی ہوئی بات کرنے لگ جاتا ہے تو اس کی باتوں کا یقین ختم ہوجاتا ہے)

صحابہ کرامؓ احادیث کے بیان کرنے میں بہت محتاط اور دوسروں سے قبول کرنے میں شدت سے کام لیتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق مشہور تھا کہ آپؓ قبولِ روایت میں سخت معیار رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے متعلق منقول ہے:

''ویشددفی الروایۃ ویزجر تلامذہ عن التھاون فی ضبط الالفاظ''(۱۳)

ترجمہ: (ابن مسعودؓ روایت میں سختی کرتے اور الفاظ کے ضبط میں سستی پر اپنے تلامذہ کو ڈانٹتے تھے)

امام موصوف مزید لکھتے ہیں:

''وکان ابن مسعود یقل الروایة للحدیث ویتورع فی الالفاظ''(۱۴)

ترجمہ: (کہ ابن مسعودؓ بہت کم حدیث کی روایت کرتے تھے اور الفاظ کی ادائیگی میں خوب احتیاط برتتے تھے)

امام مالکؒ نے بھی قبولِ حدیث کے لیے تحقیق کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا قول ہے:

'' اعلم انه لیس یسلم رجل حدث بکل ما سمع ولا یکون اماماً ابداً وھویحدث بکل سمع''(۱۵)

ترجمہ: (جان لو کہ وہ انسان سلامت نہیں جو ہر سنی سنائی حدیث بیان کرے اور نہ ہی وہ کبھی امام بن سکتا ہے جبکہ وہ ہر حدیث سن کر آگے (بغیر تحقیق کے) بیان کرنے لگ جائے)

حدیث پر عمل سے قبل تحقیق

علماء ومحدثین نے احادیث پر عمل سے قبل تحقیق کو ضروری قرار دیا ہے۔ رواۃ حدیث کی عدالت وثقاہت قبول روایت کی بنیادی شرط ہے۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی عدالت مسلمہ ہے۔ اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''لم یلزم العمل به الا بعد ثبوت عدالة رجاله و یجب النظر فی احوالھم سوی الصحابی الذی رفعه الی رسول اللّٰه ﷺ لان عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعدیل اللّٰه لھم و اخبارہ عن طھارتھم''(۱۶)

ترجمہ: (احادیث پر رجال کی تحقیق کے بغیر عمل لازم نہیں ہوتا بلکہ رواۃ کے احوال کی تحقیق ضروری ہے، مگر صحابہؓ جو کہ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ ان کا عادل ہونا اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ثابت ہے اور ان کی طہارت کا بھی علم ہے)

خطیب بغدادی نے صحابہ ومحدثین کے رحلات علمیہ کا اپنی کتاب ''الرحلة فی طلب الحدیث''میں تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

تحقیقِ حدیث کے لیے جوازِ غیبت

غیبت اسلام میں ایک عظیم گناہ شمار ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ولا یغتب بعضکم بعضا،أیحب أحدکم أن یاکل لحم أخیه میتاً''(۱۷)

ترجمہ: (اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے)

تحقیقِ حدیث کے لیے علما نے غیبت جیسے حرام فعل کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ بروقت ضرورت اسے واجب گردانا ہے۔ امام نووی نے جوازِ غیبت کے جو چھ اسباب ذکر فرمائے ہیں، ان میں

چوتھا سبب جوازِ غیبت کا جرح وتعدیل کے حوالے سے ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''الرابع: تحذير المسلمين من الشر ونصيحتهم وذلك من وجوه منها جرح المجروحين من الرواة والشهود ، وذلك جائز باجماع المسلمين، بل واجب للحاجة''(۱۸)

ترجمہ: (یعنی مسلمانوں کوشر سے بچانا اوران کی خیرخواہی کرنا، اس کے متعدد اسبابِ جواز ہیں۔ ان میں سے ایک، مجروح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا ہے، ایسا کرنا اجماع امت سے جائز ہے، بلکہ ضرورت کے وقت واجب ہے)

روایتِ حدیث کی تحقیق وتنقید میں راویوں پر جرح وتعدیل کرتے ہوئے غیبت پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں، مگر یہ اعتراض قابل اعتناء نہیں ہے، کیونکہ حدیث کو اختلاط وملابست سے بچانا بہت ضروری ہے اوراس نیت سے کی گئی غیبت سے حدیثِ نبوی کا دفاع کرنا مقصود ہوتو وہ باعثِ عار نہیں، بلکہ باعثِ افتخار ہے چنانچہ یحیٰ بن سعید القطان کے حوالے سے منقول ہے:

''قال ابو بكر بن خلاد:" دخلت علىٰ يحى بن سعيد فى مرضه فقال لى: يا أبا بكر ماتركت أهل البصرة يتكلمون ؟ قلت:يذكرون خيراً إلا أنهم يخافون عليك من كلامك فى الناس فقال: احفظ عنى ، لان يكون خصمى فى الآخرة رجل من عرض الناس أحب إلى من أن يكون خصمى فى الآخرة النبى ﷺ يقول:بلغك عنى حديث وقع فى وهمك أنه عنى غير صحيح ، يعنى فلم تنكر''(۱۹)

ترجمہ: (ابوبکر بن خلاد کہتے ہیں ''میں'' یحیٰ بن سعید کی تیمارداری کے لیے ان کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوبکر! اہل بصرہ کے کیا تاثرات تھے؟ اس پر میں نے کہا: وہ آپ کو نیک نامی سے یاد کرتے ہیں، مگر آپ کا لوگوں پر نقد وجرح کرنا، ان کے لیے باعث خوف تھا، تو یحیٰ کہنے لگے: میری یہ بات یاد رکھنا کہ لوگوں میں کسی کا اپنی عزت کے لیے مجھ سے آخرت میں جھگڑنا اس چیز سے میرے لیے بہتر ہے کہ روزِ قیامت، جنابِ رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ جھگڑیں اور فرمائیں کہ تیرے پاس میری طرف منسوب حدیث پہنچی جو کہ صحیح نہ تھی اور تو نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔)

یحیٰ بن سعید القطان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ حدیثِ رسول ﷺ کا تحفظ ودفاع ہر قیمت پر ہونا چاہیے۔ دفاع حدیث کے لیے لوگوں پر نقد وجرح کرنا قابل گرفت نہیں۔ اصول وقواعد کی رو سے احادیث کی تحقیق کرنا حبِ رسول کا تقاضہ ہے اور حفاظتِ دین کے لیے ناگزیر ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق ان کے بیٹے عبداللہ بیان کرتے ہیں:

''جاء ابو تراب الخشنى الى أبى، فجعل أبى يقول : فلان ضعيف ، فلان ثقة ،فقال ابو تراب يا شيخ :لا تغتاب العلماء، فالتفت أبى اليه،

فقال له: ویحك هذا نصیحة، لیس هذا غیبة''(۲۰)

ترجمہ: (ابوتراب الخشنی میرے والد (احمد بن حنبل) کے پاس آئے تو والد محترم نے کہنا شروع کر دیا کہ فلاں راوی ضعیف ہے، فلاں راوی ثقہ ہے، اس پر ابوتراب بول اٹھے کہ شیخ آپؒ علما کی غیبت مت کریں، امام احمد ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تجھ پر افسوس! یہ غیبت نہیں بلکہ نصیحت ہے)

گویا رجال و رواۃِ حدیث پر تنقید اور ان کے عیوب کی نشاندہی غیبت کے زمرے میں نہیں آتی۔

تحقیق روایت کے لیے اسناد کی اہمیت

سندِ حدیث اور اصولِ حدیث کی پابندی ایک لازمی ضابطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ بغیر سند کے حدیث کی صحت مشکوک ہے، گویا سند حدیث کا لازمی جز ہے۔ عبداللہ بن مبارک(۲۱) سند کی اصولی حیثیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''مثل الذی یطلب امر دینه بلا اسناد ، کمثل الذی یرتقی السطح بلاسلم''(۲۲)

ترجمہ: (جو بغیر سند کے دینی احکام کا طالب ہو اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنا)

گویا دین کے احکام و نصوص کو بغیر سند دیکھے قبول کرتے جانا بہت نقصان دہ امر ہے۔ اس کو تاہی و سستی کے نتیجے میں دین میں کجی اور گمراہی کے عود کر آنے کا قوی اندیشہ ہوگا۔ حفاظتِ حدیث کے لیے بے حد ضروری ہے کہ اصولِ حدیث کی مکمل پابندی کی جائے۔ یہ اصول حدیث ایک لحاظ سے دین کے تحفظ کے ضامن ہیں۔ اہل ایمان کے لیے ان اصولوں کی حیثیت اس اسلحے کی طرح ہے، جو دشمن سے دفاع کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

''الاسناد سلاح المؤمن ، فاذا لم یکن معه سلاح ، فبأ ی شئ یقاتل''(۲۳)

ترجمہ: (اسناد مومن کا ہتھیار ہیں، اگر اس کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ کس چیز کے ساتھ قتال کرے گا؟)

مومن کے لیے اسناد بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ کیونکہ اسناد کے ساتھ ہی روایات کا تنقیدی جائزہ ممکن ہے، احکامِ شریعت کو ابلیسی خرافات سے ماصون و محفوظ رکھنے میں التزام اسناد کا بہت نمایاں حصہ ہے، اگر جمع و تدوینِ حدیث میں درایتی اصول کارفرما ہوتے تو یقیناً دین رطب و یابس کا مجموعہ بن جاتا اور اپنی اصل حالت میں قائم نہ رہتا۔

امام شافعی(۲۴) سند کی اہمیت کے متعلق فرماتے ہیں:

''مثل الذی یطلب العلم بلاسند کحاطب لیل یحمل حزمة الحطب، فیها أفعی وهو لا یدری''(۲۵)

ترجمہ: (جو شخص بغیر سند کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو رات کو لکڑیاں اکٹھی کر کے ان کا گٹھا اٹھا لاتا ہے، ان میں خطرناک سانپ ہو جو اسے بے خبری میں ڈس لے)

گویا بغیر اسناد کے علم (علم حدیث وغیرہ) کو قبول کرنا بے حد خطرناک ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الاسناد زین الحدیث''(۲۶)

ترجمہ: (اسناد حدیث کی زینت ہیں)

ابن سیرینؒ علم حدیث میں اسناد کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان هذا العلم دین فانظروا عمن تأخذون دینکم''(۲۷)

ترجمہ: (یہ علم (حدیث) دین ہے اس بات کا خیال کرو کہ تم کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو)

امامِ موصوف کا مقصد یہ ہے کہ حدیث کی قبولیت میں اصول حدیث کی پابندی کرو اور ہر کس و ناکس کی روایت قبول نہ کی جائے۔ بلکہ خوب تحقیق و تدقیق سے روایت کو جانچ پرکھ کر عمل کیا جائے۔

عہد صحابہ کے بعد فتنوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے، روایات میں کذب افتراء کے شامل ہونے کا خدشہ تھا۔ اگر ائمہ و محدثین اس نازک صورتحال میں حدیث کے اخذ و رد کے لیے بے مثال سنہری اصول و ضوابط اختیار نہ کرتے اور بغیر جرح و تعدیل کے احادیث کی سماعت و قبولیت کا معاملہ جاری رہتا تو زنادیق و ملحدین کی سازشوں سے دین اسلام میں ایسی خرافات حدیث کے رنگ میں شامل ہو جاتیں کہ حق و باطل میں تمیز ناممکن ہو جاتی۔

آج جو مہذب و محقق ذخیرہ حدیث مدون و مترتب موجود ہے، یہ اصولِ حدیث کی پابندی اور محدثین و ائمہ عظام کی بے نظیر خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان صلحاء امت نے نہایت عرق ریزی اور باریک بینی سے سند و متن کے تحقیقی و تنقیدی جائزے کے لیے قرآن و حدیث کی تعلیمات سے رہنمائی لیتے ہوئے، بیش قیمت اور مفید مطلب، اصول و ضوابط قائم کیے، جنہیں اصول حدیث، مصطلح الحدیث، علم الدرایۃ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

محدثین نے بغیر سند کے متن حدیث کے بیان پر قدغن لگائی گئی۔ اسناد کو قوائم اور اساس حدیث قرار دیا گیا، بلا سند روایت حدیث کو غیر مسلموں کے افعال سے تعبیر کیا، چنانچہ اسحاق بن ابراہیم الحنظلی(۲۸) کہتے ہیں:

''کان عبد اللّٰه بن طاهر اذا سألنی عن الحدیث فذکرته بلا اسناده، فسألنی عن إسناده ویقول روایة الحدیث بلاإسناد من عمل الذمی، فان إسناد الحدیث کرامة من اللّٰه عزوجل لامة محمد صلی اللہ علیہ وسلم''(۲۹)

ترجمہ: (عبداللہ بن طاہر جب مجھ سے حدیث پوچھتے، میں انہیں بغیر سند کے بیان کرتا تو سند

کے متعلق سوال کرتے اور فرماتے کہ بغیر سند کے حدیث بیان کرنا ذمیوں کا کام ہے۔
اسنادالحدیث امتِ محمد یہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز ہے)
اس قول سے معلوم ہوا کہ محدثین سند کے بغیر روایت حدیث کو کافروں کے اعمال سے تشبیہ دیتے تھے، واقعتاً سند کا آغاز علم الحدیث کے لیے ہوا۔

امام شعبہؒ فرماتے ہیں:

''**انما یعلم صحة الحدیث بصحة الاسناد**''(۳۰)

ترجمہ:(صحت حدیث کی معرفت سند کے صحیح ہونے سے حاصل ہوتی ہے)

امام اوزاعیؒ فروغ علم کے لیے اسناد کو لازم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**ماذھاب العلم الا ذھاب الاسناد**''(۳۱)

ترجمہ:(اسناد کے بغیر علم ختم ہو جاتا ہے)

اسی طرح عبداللہ بن مبارکؒ نے اسناد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''**الا سناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء**''(۳۲)

ترجمہ:(اسناد دین کا حصہ ہیں۔ اگر اسناد نہ ہوتیں تو جس کا دل چاہتا جو مرضی بات کر دیتا)

مراد یہ ہے کہ اگر قبول حدیث کے لیے اصول حدیث کی یہ شرط کہ روایت متصل السند اور راویان حدیث ثقہ ہوں، نہ ہوتی تو دین میں مبتدعانہ افکار و آراء شامل ہو کر اُس کا حصہ بن جاتے۔ ابن مبارک کا ہی قول ہے:

''**بیننا و بین القوم القوائم یعنی الاسناد**''(۳۳)

ترجمہ:(ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کن چیز قوائم یعنی اسناد ہیں)

امام نووی اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

''**ومعنی ھذا الکلام ان جاء باسناد صحیح قبلنا حدیثه والا ترکناہ فجعل الحدیث کالحیوان لایقوم بغیر اسناد کما لا یقوم الحیوان بغیر قوائم**''(۳۴)

ترجمہ:(اور اس کلام سے مراد یہ ہے کہ اگر صحیح سند سے حدیث ملے گی تو اسے ہم قبول کریں گے ورنہ ترک کر دیں گے۔ گویا حدیث کی مثال حیوان کی طرح ہے جو کہ اسناد کے بغیر قائم نہیں رہتی جیسے حیوان اپنی ٹانگوں کے بغیر کھڑا نہیں ہوسکتا)

روایت حدیث میں اسناد عالی کی اہمیت

سند عالی کی اہمیت مسلمہ ہے، صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک دوسرے سے احادیث سننے پر اکتفانہ کرتے تھے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے فرمان کی تصدیق حاصل کرتے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے سیرتِ رسول اور عمل صحابہؓ کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ہے:

''طلب الاسناد العلو من السنۃ''(۳۵)

ترجمہ: (سند عالی کا طلب کرنا سنت ہے)

امام حاکم نے بھی سند عالی کی کو مسنون قرار دیا۔(۳۶)

صحابہ کرام آپ ﷺ کے وصال کے بعد سند عالی کے حصول کے لیے خوب کوشش کرتے تھے، صحابہ کے علمی اسفار کو محدثین نے اپنے لیے مشعل راہ بنایا۔

سیدنا ابو ایوبؓ ایک حدیث کی سماعت کے لیے مدینہ منورہ سے مصر تشریف لے گئے اور عقبہ بن عامر سے ملنے کا مقصد بیان کیا کہ:

'' حدیث سمعت من رسول اللّٰہ ﷺ و لم یبق احد سمعہ من رسول اللّٰہ ﷺ غیر ی و غیرک فی ستر المؤمن ،قال عقبۃ :نعم سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من ستر مومناً فی الدنیا علی خزیۃ سترہ اللّٰہ یوم القیمۃ، فقال لہ ابو ایوب: صدقت، ثم انصرف ابو ایوب الیٰ راحلتہ فرکبھا راجعًا الیٰ المدینۃ''(۳۷)

ترجمہ: (ستر مومن کے متعلق حدیث جس کو تیرے اور میرے سوا کوئی اور سننے والا باقی نہیں رہا۔ عقبہؓ نے کہا کہ ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ جس نے کسی مومن کی برائی کو دنیا میں پردہ میں رکھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کا پردہ فرمائے گا۔ ایوبؓ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد ابو ایوبؓ اپنی سواری پر مدینہ کی طرف لوٹ آئے)

تعیین اصول حدیث کی غرض و غایت

اصول حدیث کے فوائد و ثمرات بہت زیادہ ہیں۔ ان سب کی روح حدیثِ نبوی کی حفاظت و صیانت ہی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نورالدین نے اصول حدیث کے تین بڑے فوائد ذکر کیے ہیں:

'' انہ تم بذلک حفظ الدین الاسلامی من التحریف و التبدیل''

ترجمہ: (ان اصولوں کی وجہ سے اسلام تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہو گیا)

''ان قواعد ھذا العلم تجنب العالم خطر الوعید العظیم الذی یقع علی من یتساھل فی روایۃ الحدیث وذلک بقولہ ﷺ--- فی الحدیث المتواتر۔'من کذب علی متعمداً فلیتبوّأ مقعدہ من النار''

ترجمہ: (اس علم کے قواعد عالم کو ایک خطرناک وعید سے محفوظ کرتے ہیں جس کا مستحق روایتِ حدیث میں متساہل انسان ٹھرتا ہے، مراد آپ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو کہ متواتر حدیث میں ہے کہ جس نے مجھ (نبی ﷺ) پر جھوٹ باندھا، اس کا ٹھکانہ آگ ہے)

''أن ھذا العلم قد أجدی فائدۃ عظیمۃ فی تنقیہ الأ ذھان من الخرافات''(۳۸)

ترجمہ: (اس علم کا عظیم فائدہ اذہان کا خرافات سے بچ جانا ہے)

اصول حدیث امت مسلمہ کا منفرد اعزاز

علم درایۃ الحدیث جسے مصطلح الحدیث، علوم الحدیث، اصول الحدیث اور علم الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔[۳۹] یہ علم اور فن امتِ مسلمہ کے امتیازات وخصائص میں سے ہے۔ اسلام سے قبل اس قسم کا تحقیق روایات کا منظّم ومربوط فن موجود نہ تھا، واقعات وقصص میں کذب وافتراء کا دخول ایک عمومی بات تھی۔ محرف ومبدل اقوال سے مبتدعانہ مسائل جنم پاتے تھے اور لوگ ضلالت وجہالت کے قعرِ مذلت میں الجھے رہتے تھے۔ حق وباطل میں امتیاز کا کوئی معیار نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام وایمان کی برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''یرفع الذین امنوا منکم والذین او توا العلم درجات''[۴۰]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ تم سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بلند کر دیتے ہیں)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن تیمیہ[۴۱] لکھتے ہیں:

''قال ابن عباس یرفع اللّٰه۔۔۔ وعلم الاسناد و الروایة مما خص اللّٰه به امة محمد و جعله سلماً الی الدرایة ، فأهل الکتاب لاسناد لهم یأثرون به المنقولات و هکذا المبتدعون من هذا الامة اهل الضلالات۔و انما الاسناد لمن اعظم اللّٰه علیه المنة ، اهل الاسلام والسنة یُفَرِّقون به بین الصحیح و السقیم و المعوج و القویم وغیرهم من اهل البدع والکفارانما عند هم منقولات یأ ثرونها بغیر اسناد و علیها من دینهم الاعتماد وهم لا یعرفون فیها الحق من الباطل''[۴۲]

ترجمہ: (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسناد وروایت کے علم کو بلند کر دیں گے جس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو خاص کیا ہے اور اس علم کو درایتِ حدیث کا ذریعہ بنایا ہے۔ اہل کتاب کی یہی سند ہے کہ وہ منقولات کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح اس امت سے گمراہ اور بدعتی لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ بے شک اسناد کا علم تو اس کے لیے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کی حد کر دی ہو۔ اہل اسلام واہل سنت، صحیح، سقیم، معوج اور قویم کے مابین فرق کرتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ کفار اور بدعتیوں کے پاس محض منقولات ہیں وہ بغیر اسناد کے ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان پر ہی ان کے پُر وثوق دین کی بنیاد ہے، اور وہ حق وباطل کو نہیں جانتے)

امام ابومحمد بن حزم علم المصطلح الحدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"نقل الثقة عن الثقة مع الاتصال حتی یبلغ النبی ﷺ ، خص اللّٰه به المسلمین دون سائر الملل۔۔۔ وامامع الارسال والاعضال فیوجد فی کثیر من الیهود ولکن ولا یقر بون فیه من موسیٰ قربنا من محمد ﷺ، یقفون بحیث یکون بینهم وبین موسی أکثر من ثلاثین عصراً ،وانما یبلغون

الیٰ شمعون ونحوہ"(۴۳)

ترجمہ: (ثقہ کا ثقہ سے نقل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک سند پہنچانا، اس صفت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تمام امتوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ مرسل ومعضل روایات یہود کے ہاں پائی جاتی ہیں، لیکن وہ محمد ﷺ سے ہماری سند جیسی موسیٰؑ سے سند نہیں رکھتے، بلکہ ان کے اور موسیٰؑ کے درمیان تیس سے زیادہ زمانے پائے جاتے ہیں۔ وہ صرف شمعونؑ تک پہنچ پاتے ہیں)

حافظ ابو علی الجیانی نے ان الفاظ میں امتِ مسلمہ کے امتیازات کا تذکرہ کیا ہے:

"خص اللّٰہ تعالی ھذہ الامۃ بثلاثۃ أشیاء لم یعطھا من قبلھا :الاسناد ، والانساب والإعراب"(۴۴)

ترجمہ: (اللہ تعالی نے اس امت کو تین چیزیں خصوصی عنایت کی ہیں۔ وہ اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دیں، علم الاسناد، علم الانساب، علم الإعراب)

احادیث رسول ﷺ کی تشریعی حیثیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے الفاظ حدیث کی ادائیگی کے لیے کما حقہ احتیاط کی گئی۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ دین نے روایتِ حدیث کے لیے اہتمام و احتیاط پر مبنی بے مثال تحقیقی کارنامہ سرانجام دیا۔ تدوینِ حدیث وسیرت کا مشکل ترین کام امتِ مسلمہ کے تحقیقی ذوق کے باعث بحسن وخوبی مکمل ہوا اور تحقیق روایت کے جامع اصول وضوابط منضبط ہوئے۔ ان سنہری اصولوں کی بدولت ذخیرہ حدیث فقہ اسلامی کا محفوظ و ماصون ماخذ قرار پایا محدثین کی علمی و تحقیقی جدوجہد کو تاریخ عالم میں منفرد مقام ملا اور اشاعت وحفاظت حدیث کے بے مثال کارنامے نے مؤرخین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ امت محمدیہ سابقہ امم کے برعکس فرمودات نبوی سے کما حقہ استفادہ کر رہی ہے۔ اقوام عالم کے لیے علم وتحقیق کے فقید المثال عملی نمونے سامنے آئے۔

مختصر یہ کہ اصول حدیث کی بنا پر دین اسلام کے تحفظ واشاعت کا کام تحریف وتدلیس سے محفوظ ہوا۔ اگر حدیث وسیرت میں تحقیق کے لیے یہ بے مثال کاوشیں نہ کی جاتیں، تو آج کا مسلمان امم سابقہ کی طرح نبوی جوامع الکلم سے محروم رہ جاتا۔

حوالہ جات

۱۔ النساء:۸۰
۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۵، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، رقم الحدیث:۷۱۳۷
۳۔ النجم:۳۔۴
۴۔ النحل:۴۴
۵۔ الاعراف:۱۵۷
۶۔ آل عمران:۳۱
۷۔ ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ طیبہ، مدینہ منورہ، ۱۹۹۰ء، ۳۸۴/۱
۸۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم (الکتب الستۃ) دار السلام، ریاض، ۲۰۰۰، مقدمہ، باب التغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث:۶۷۴
۹۔ ایضاً
۱۰۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم، مسند الشامین، ۳۴۴/۱
۱۱۔ ذھبی، ابوعبداللہ، شمس الدین، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، احیائالتراث العربی، بیروت، ۱۴/۱
۱۲۔ نووی، یحیٰ بن شرف، صحیح مسلم مع شرح النووی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آدم باغ، کراچی، ۹/۱
۱۳۔ ذھبی، ابوعبداللہ، شمس الدین، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، احیائالتراث العربی، بیروت، ۱۴/۱
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ صحیح مسلم؛ مقدمہ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، رقم:۱۰، ص ۶۷۵
۱۶۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الرویۃ، ص ۴۶
۱۷۔ الحجرات:۱۲
۱۸۔ نووی، یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین، دار السلام، ریاض، باب بیان ما یباح من الغیبۃ، ۱۹۹۹، ص ۴۵۰۔۴۵۱
۱۹۔ ابن رجب حنبلی، ابوالفلاح عبدالحیٔ، شرح علل الترمذی مکتبۃ المنار، اردن، ۱۹۸۲ء، ۴۶۶/۱
۲۰۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۴۵
۲۱۔ حدیث کے مشہور ائمہ میں سے ہیں، مجاہد بھی تھے، الجھاد اور الرقائق مشہور کتابیں ہیں۔ الزرکلی، خیر الدین، اعلام قاموس تراجم، دار العلم ملابیین، بیروت، ۱۹۷۹ء، ۱۱۵/۴
۲۲۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص ۳۹۳
۲۳۔ ادب الاملأ والاستملاء، ص ۸

۲۴۔ آپ کا نام محمد بن ادریس ہے۔ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔فقہ،قرأت اور اشعار کے ماہر تھے۔الزرکلی، اعلام،۲۶/۶

۲۵۔ فیض القدیر،۴۳۳/۱

۲۶۔ ادب الاملاء والاستملاء،ص۶

۲۷۔ مسلم بن حجاج،مقدمہ مسلم (الکتب الستۃ) دار السلام، ریاض،۲۰۰۰، باب بیان أن الاسناد من الدین،رقم الحدیث۲۶،ص۶۷۵

۲۸۔ اہل مشرق کے امام اور سیّد الحفاظ ہیں۔امام بخاری اور مسلم کے شیوخ میں سے ہیں۔ذھبی،ابو عبداللہ، شمس الدین،محمد بن احمد،سیر اعلام النبلاء موسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱۹۹۲ء،۳۵۸/۱۱

۲۹۔ ادب الاملاء والاستملاء،ص۶

۳۰۔ ابن عبد البراب عمر یوسف بن عبداللہ،التمھید لما فی موطا من المعانی والاسانید،وزارۃ عموم اوقاف والشؤن الاسلامیۃ،المغرب ۱۳۵۷ھ،۵۷/۱

۳۱۔ مسلم بن حجاج،مقدمہ صحیح مسلم،باب بیان أن الاسناد من الدین،رقم الحدیث۳۲،ص۶۷۶

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ نووی، یحیٰی بن شرف،صحیح مسلم مع شرح النووی،نور محمد کارخانہ تجارت کتب،آدم باغ، کراچی،۸۸/۱

۳۵۔ الذھبی،السیر اعلام النبلاء،۳۱۱/۱۱

۳۶۔ الحاکم،محمد بن عبداللہ،معرفۃ علوم الحدیث،دار الکتب العلمیۃ،بیروت ۱۹۹۰ء،ص۸

۳۷۔ خطیب بغدادی،احمد بن علی بن ثابت،الرحلۃ فی طلب الحدیث،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،ص۱۱۹

۳۸۔ نور الدین عتر،منھج النقد فی علوم الحدیث دار الفکر سوریۃ،دمشق،ص۳۴۔۳۵

۳۹۔ ایضاً،منھج النقد فی علوم الحدیث،ص۳۲

۴۰۔ المجادلہ:۱۱

۴۱۔ نام احمد بن عبدالحلیم ہے۔اپنے زمانے کے عظیم فقیہ،مفسر،محدث تھے۔شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔کثیر التصانیف ہیں۔

۴۲۔ ابن تیمیہ،احمد بن عبدالحلیم،مجموع فتاویٰ طبع از خادم الحرمین شریفین،۹/۱

۴۳۔ السیوطی،جلال الدین عبدالرحمٰن،تدریب الراوی (تحقیق عبدالوھاب عبد اللطیف)،دار نشر الکتب الاسلامیۃ، بیروت،۱۵۹/۲

۴۴۔ ایضاً،ص۱۶۰/۲